بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربٰو الفضل

داعئ قرآن مفتی عتیق الرحمٰن شہید رحمہ اللہ
شائع کردہ
جامعۃ الحرمین الاسلامیہ نواب کالونی اتحاد ٹاؤن کراچی
03009264709
03008246847

فقہاء کرام عام طور پر بیع اور تجارت کے مسائل کے ساتھ ربٰو یعنی سود کے مسائل بھی ذکر کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ سطحی نگاہ سے دیکھنے والا شخص ربٰو کو بھی تجارت ہی سمجھتا ہے۔ قرآن کریم نے جب سود کے حرام ہونیکا حکم سنایا تو اس دور کے ظاہر بین لوگوں نے یہی اعتراض اٹھایا تھا۔ انما البیع مثل الربٰو یعنی تجارت اور سود ایک ہی جیسے ہیں لہٰذا اگر تجارت کو اسلام نے حلال قرار دیا ہے تو سود کو بھی حلال قرار دینا چاہئے اسے حرام کیوں کہا ہے؟

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں تجارت (بیع) کے ذریعہ عام طور پر مال میں اضافہ ہوتا ہے جسے نفع یا ربح کہتے ہیں اور سود کے ذریعہ بھی مال میں اضافہ ہوتا ہے جسے ربٰو کہتے ہیں مگر دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ تجارت کی شکل میں حاصل ہونے والا منافع "ربح" حلال ہے اور سود کی شکل میں حاصل ہونے والا "ربٰو" حرام ہے۔ لہٰذا فقہاء کرام رحمہم اللہ جب تجارت کی حلال صورت کو بیان کرکے اس کے مسائل ذکر کرتے ہیں تو اس کی حارم صورت اور اس کے مسائل بھی ذکر کردیتے ہیں۔ چونکہ اصل حِلّت ہے اس لئے حلال کا پہلے ذکر کیا جاتا ہے اور حرام کا ذکر بعد میں کیا جاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں ہمارا کھانا پینا حرام ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک دور آیگا کہ لوگ حرام کھانے سے بچنے کی کوشش کریں گے مگر اس سے بچنا مشکل ہوگا۔ لوگ اگر ربٰو نہیں کھائیں گے تو پھر بھی اسکا غبار انہیں پہنچ ہی جائیگا اور موجودہ دور میں یہ سب کچھ ہمیں بنکوں کے ذریعہ مل رہا ہے اور بینک کا سارا کاروبار سود پر ہے۔ قرآن کریم نے کسی حرام چیز پر اتنے سخت الفاظ استعمال نہیں کئے جتنے کہ ربٰو کیلئے کئے ہیں اور سودی کاروبار کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے اعلانِ جنگ کیا ہے یعنی سود خور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حالت جنگ میں ہے۔ کیونکہ ربٰو کے اثرات بہت برے ہیں اور یہ سب کچھ یہودیوں نے کیا ہے۔ یہودیوں نے جہاں مسلمانوں کے عقائد، اخلاق اور معاشرہ کو خراب کرنیکی کوشش کی ہے وہاں ان کے مالی نظام کو بھی خراب کیا ہے اور اس مقصد کے حصول کیلئے بینک اور انشورنس کمپنیاں قائم کی ہیں اور اکل حرام کا معاشرہ پر بہت اثر مرتب ہوا جسکے سبب نہ صرف عام انسان بلکہ مسلمانوں میں بھی بے حیائی عام ہوگئی ہے۔

ھدایہ رابع میں ہے کہ یہود کو معاملات میں شراب، خنزیر اور دیگر حرام چیزوں کا معاملہ کرنیکی اجازت تھی مگر سودی لین دین کی یہود کو بھی اجازت نہیں تھی سود کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ سودی کاروبار کرنا اپنی ماں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔

سود کو حرام قرار دینے پر آج بھی اعتراض کیا جاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کے معترضین خود کو مسلمان کہلاتے ہیں جن کے ظاہر پر قرآن کریم کا پھیکا سا رنگ چڑھا ہوا ہے مگر ان کے دلوں میں اسلام دشمنی (عناد بلا سلام) کا مرض ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم منافقین کی صفوں میں شمار کرتا ہے۔ انکا اعرتاض یہ ہے کہ موجودہ دور کی اقسام ربٰو کا کتبِ فقہ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اور جو اقسام ربٰو کتب فقہ میں مذکور ہیں انکا معاشرہ میں کہیں رواج نہیں ہے!

اسی وجہ سے بڑے بڑے تعلیمیافتہ لوگ اور بہت سے دینداری کے دعوے دار بھی بینکوں کے ربٰو کو جائز کہتے ہیں انکا کہنا یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں ربٰو خاص قسم کا ہوتا تھا اور اب وہ مروج نہیں رہا کیونکہ اس زمانے میں ربٰو میں جبر ہوتا ہے تھا جو کہ اب نہیں ہے۔

دوسری صورت کہ گیہوں کو گیہوں یا چاول کو کیہوں یا چاول کے بدلہ میں دے اور جنس کو جنس کے ساتھ بیچے تو زیادتی ربٰو ہوگی حالانکہ آج کل ایسا نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے سمجھ لیا گیا کہ موجودہ دور میں ربٰو نہیں ہے۔

ربٰو کی دو قسمیں ہیں۔ایک کا ذکر قرآن مجید میں ہے " لا تاکلوا الربٰو اضعافاً مضاعفۃً" او دوسری جگہ " احل اللہ البیع وحرم الربٰو" اور یہ ربٰو آسان ہے اسکو ربٰو النسیہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ قرض اور بیع کی صورت میں ہوتا ہے۔اس کی شرح مفسرین نے کی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ضمناً قرآن میں بیان شدہ ربٰو کی شرح بھی ہو جاتی ہے۔حدیث کے ربٰو کی صورتیں بیع سلم وغیرہ ہیں۔اسکو ربٰو الفضل بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں جس ربٰو کا ذکر ہے وہ مفرد ہوگا یا مرکب یعنی یہ ہوگا کہ ہر مہینہ اصل رقم پر اتنا ربٰو ہوگا یہ ربٰو مفرد ہے۔دوسرا ربٰو مرکب ہے کہ " لا تاکلوا الربٰو اضعافاً مضاعفۃً" یعنی سود پر بھی سود ہو تو یہ بھی حرام ہے۔تو یہ سود اثمان (ثمن کی جمع) بیع اور قرض میں ہے۔

اثمان کی مثال : ایک چیز بیچی۔مشتری پر ثمن قرض ہو گیا اور کہا کہ اگر ایک مہینہ تک ادا کریگا تو اتنی رقم اتنی رقم اداء کرنی ہوگی اور اگر ایک مہینہ کے بعد اداء کریگا تو اتنی رقم ادا کرنی ہوگی۔اور اس قسم کے سود تمام ادیان میں حرام تھے۔بائبل میں تصریح ہے اور جدید و قدیم دونوں میں یہ موجود ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا : انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں اخلاق کو مکمل کرنے آیا ہوں۔تو آپ ﷺ نے سود کی ان دو قسموں (مفرد اور مرکب) کے علاوہ بقیہ ربٰو کی اقسام کو بھی حرام قرار دیدیا اور وہ ربٰو الکیل بالکیل والجنس بالجنس مثلاً بمثل والفضل ربٰو ہے ۔اس طرح ایک بات یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ تجارت (بیوع) میں جو سود کے ریشے تھے انکو بھی نکال دیا جائے۔

دوسری بات یہ کہ پہلے ادیان میں صرف ربٰو حرام تھا اور شبہ ربٰو (RESEMBLING) حرام نہیں تھا۔آپ ﷺ نے شبہ ربٰو کو بھی حرام قرار دیا اور فقہاء کرام نے اس حدیث مشہور کو، جو کہ ربٰو کی حرمت کی حدیث ہے، لیکر مختلف علل نکالی ہیں۔مہاجرین اس قسم کا قرض لیتے تھے۔اس لئے منع فرمایا۔بنکوں کا نظام بھی اسی قسم کا ہے۔لوگ ٹیکسوں سے ڈرتے ہیں۔اگر کاروبار کرتا ہے تو حکومت ٹیکس لگاتی ہے تو یہ سوچ کر کہ بیسیوں کی حفاظت بھی ہوگی اور سال کے بعد اضافہ بھی ہوتا رہیگا۔اور پھر بینک یہ رقم دوسرے لوگوں کو دگنے منافع (سود) پر دیتا ہے جسمیں بینک کا کچھ بھی دخل نہیں ہوتا یعنی دوسرے کے مال پر نفع کماتا ہے۔

یہ فلسفہ مارس (MARAS) نامی یہودی نے کالا تھا۔اس نے سوچا کہ آدمی اپنے پیسے سے تو نفع اٹھاتا ہی ہے لیکن دوسرے کے مال سے کیسے نفع اٹھائے !؟ بینکوں کا یہ سارا نظام اسی (یہودیانہ) سوچ کا نتیجہ ہے۔

ربٰو زیادتی کا نام ہے۔قرآن کریم میں ہے " واحل اللہ البیع وحرم الربٰو" اور زیادتی بیع اور ربٰو دونوں میں ہے دونوں کو قرآن حکیم نے اکٹھا ذکر کیا۔بیع کے معنی " مبادلۃ المال بالمال الخ" اور ربٰو میں بھی زیادتی ہے لیکن ایک زیادتی (تجارتی منافع) حلال ہے اور دوسری زیادتی (سود) حرام ہے۔

جن مشرکین مکہ کے بارے میں یہ آیات قرآنیہ براہراست نازل ہوئی تھیں وہ ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کتے تھے بلکہ کہتے تھے " انما البیع مثل الربٰو" تو بیع اور ربٰو کے لفظ کا ذکر کرکے یہ بیان کردیا کہ کون سی زیادتی حلال ہے اور کون سی زیادتی حرام ہے ۔جب نفع کسی چیز کے عوض اور مقابلہ میں ہوگا تو وہ حلال ہوگا اور جب نفع کسی چیز کے عوض اور مقابلہ میں نہیں ہوگا تو وہ حرام ہوگا ۔(مثلاً دس ہزار کی گندم خرید کر بارہ ہزار روپے میں فروخت کردی تو یہ پوری رقم لیکر وہ پوری گندم کے عوض اور مقابلہ میں ہے

اور اگر کسی کو دس ہزار روپے دیکر کچھ عرضہ کے بعد بارہ ہزار روپے وصول کئے تو دس ہزار روپے کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے ۔ یہی ربٰو ہے جسے قرآن کریم حرام قرار دیتا ہے) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لفظ (بیع اور ربٰو) استعمال کئے جن سے فرق خود بخود واضح ہو جائے ۔ کیونکہ تبادلہ کی سورت میں اگر چیز مقابلہ سے ہٹ جائے تو یا صرف اجل (مدت) مقابلہ پر ہو گی یا صرف پیسے (رقم) مقابلہ پر ہوں گے اور یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے مقابل زیادتی وصول کرنا غیر معقول ہے ۔ اسلئے یہ زیادتی ربٰو شمار ہوتی ہے اور یہ حرام ہے ۔ اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (اس ضمن میں) لغت کو بہت اہمیت دیتے ہیں ۔ اس صورت سے حاصل شدہ اموال کو اموالِ رِبوی (بکسر الرائ) کہا جاتا ہے ۔

شرعی اصطلاح میں ربٰو نام ہے حو الفضل الخالی عن المعاوضہ ۔ یعنی جس کے مقابلہ میں شے نہ ہو اور وہ عقود معاوضہ سے ہو اگر زیادتی نہیں یا زیادتی ہے مگر اس کے مقابل معاوضہ ہے تو یہ ربٰو نہیں ہے ۔ (اسکا مطلب یہ ہو کہ عقود معاوضہ کے قبیل سے آپنے عقد کیا اور اس میں چیز وصول کر لی اور اسکا معاوضہ اداء نہیں کیا تو یہ ربٰو کہلائیگا اگر چہ اس صورت میں زیادتی یا کمہ کا تصور نہیں ہے ۔ یا آپنے معاوضہ تو اداء کیا مگر جو مقدار چیز کی طے ہوئی تھی اس سے زیادہ آپنے وصول کیا ۔ لیکن اگر زیادتی کے بالمقابل آپکی طرف سے ادائیگی ہوئی ہے تو یہ ربٰو نہیں ہے) لہٰذا اگر کوئی چیز پانچ روپے کی لیکر دس روپے کی بیچی تو یہ ربٰو نہیں ہے ۔

) ربٰو کی مذکورہ تعریف ، قرآن و حدیث والے دونوں ربٰو (ربٰو النسیئہ ۔ ربٰو الفضل) پر چل سکتی ہے ۔

احل اللہ البیع و حرم الربٰو کی تشریح حدیث نے کی ہے ۔ پھر آگے حدیث کی تشریح فقہاء نے کی ہے ۔ اصل مسئلہ حدیث میں ہے ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تمام اصحاب صحاح ستہ نے اس کی تخریج کی ہے ۔

یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ محدثین کے اعتبار سے بھی مشہور ہے ۔ بعض نے کہا کہ فقہاء کے اعتبار سے مشہور ہے ۔ فقہاء کی مشہور یہ ہے کہ قرب اول میں خبر واحد ہو لیکن قرن ثانی و بعد میں مشہور ہو جائے ۔ تو وہ بھی مشہور سمجھی جائیگی ۔ بعض قائلسین (قیاس کی دلیل شرعی تسلیم کرنیوالوں) نے ربٰو الفضل کی حدیث کو لیکر کہا کہ اس پر قیاس کے جائیگا اور یہ متعدی ہو گا ۔ اور وہ ائمہ اربعہ اور اقن کے متبعین ہیں ۔

بعض اصحاب ظواہر نے اس کو صرف چھ چیزوں تک محدود رکھا ہے ۔ جنکا ذکر حدیث شریف میں موجود ہے ۔ وہ اصحاب طواہر محمد سلیمان بتی اور موجودہ دہر کے غیر مقلدین ہیں ۔ غیر مقلدین سے ہمارا اختلاف ازصولی ہے وجہ یہ ہے کہ اصحاب ظواہر نفات قیاس (قیاس کے حجت شرعی ہونیکی نفی کرنیوالے) ہیں ۔ اور غیر مقلدین بھی قیاس کے منکر ہیں ۔ چونکہ اصحاب ظواہر ان چھ میں تعدی نہیں مانتے لہٰذا ان کے نزدیک " نوٹوں " میں بھی ربٰو نہیں ہونا چاہئے کیونکہ " نوٹ " اشیاء ستہ (ان چھ چیزوں) میں سے نہیں ہے ۔

قائلسین نے کہا ہے کہ تمام ائمہ متفق ہیں کہ ان اشیاء م یں تعدیہ ہو گا ۔ یہ حدیثا شیاء ستہ کے ساتھ خاص نہیں ہے ۔ البتہ علت مین اختلاف ہے ۔ امام ابو حنفہ و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک علت کیل مع الجنس اور وزن مع الجنس ہے ۔ دوسرے الفاظ میں القدر مع الجنس ہے ۔ بعض جگہ علت بسیط اور بعض جگہ مرکب ہوتی ہے ۔ اور یہاں پر علت مرکب ہے اور قدر کہنا اشمل ہ کیونکہ اس میں تمام قسمیں آجاتی ہیں ۔ ہدایہ کی شرح فتح القدیر کے مصنف امام کمال الدین بن الھمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے معدود اور مذروع اشیاء بھی اسمیں داخل ہو جائیں گی ۔ حالانکہ ان میں زیادتی ربٰو نہیں ہے ۔ ایک کم مقدار کا تھان دوسرے زیادہ مقدار کے تھان کے بدلے میں اور دن انڈے بیس انڈوں کے بدلے میں بیچ سکتے ہیں ۔ سودی اشیاء صرف وہ ہوں گی جن میں کیل مع الجنس اور وزن مع الجنس پایا جائیگا ۔ حاشیۂ چلپی میں لکھا ہے کہ القدر میں الف لام عہدی ہے کیونکہ وہ قدر کیل اور وزن ہی ہے غیر نہیں ہے ۔

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا نکتہٴ نظر یہ ہے کہ ہر حکم کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حکم کے پس منظر میں علت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ پھر وہ علت بعض منسوص ہوتی ہے اور بعض منصوص نہیں ہوتی فقہاء غور وخوض کرکے علت کا استخراج کرتے ہیں۔ علت منسوصہ کی مثال: حدیث شریف میں آتا ہے اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمسنّ یدہ فی الاناء حتی یغسلہا فانہ لا یدری این باتت یدہ۔ جہاں نجاست متوہمہ ہو وہاں ہاتھ دھونا سنت ہے اور جہاں یقین ہو اور نجاست ظاہر ہو تو وہاں ہاتھ دھونا فرض ہوگا۔ یہاں علت منصوصہ ''این باتت یدہ'' ہے اسی طرح'' الطوفین والطوافات'' علت منصوصہ ہے۔ اگر مکروہ یا حرام قرار دیں تو حرج ہوگا۔ دوسری علت مستنبط ہے یہ صراحةً مذکور نہیں ہوتی بلکہ حدیث میں حکم بیان کیا گیا ہے اس میں ایسے اشارات ہوتے ہیں کہ ان سے علت کا استنباط کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ لیکن جب فقہاء کرام کسی حکم میں غور کرکے اس کی علت نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو فطری طور پر مختلف نقطہ ہائے نظر کی بناء پر علت مختلف ہوسکتی ہے اور ہر امام حدیث میں موجود ارشادات کی روشنی میں اپنے نقطہٴ نظر کے مطابق علت تجویز کرسکتا ہے اور یہ ایک سے زیادہ ہوسکتی ہیں۔